فنِ تمثیل

از جناب ڈاکٹر قاضی اشتیاق حسین صاحب ایم۔اے۔پی۔ایچ۔ڈی استاذ تاریخ دلی یونیورسٹی

انسان کی فطرت کچھ ایسی واقع ہوئی ہے کہ وہ اپنے جذبات و محسوسات کی تصویر دیکھکر خوش ہوتا ہے اگر اس افتاد کا تجزیہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ انسانی فطرت کا یہ پہلو خلقی نہیں ہو بلکہ تہذیب کی ترقی کا نتیجہ ہے، لیکن اس سے بھی انکار نہیں ہوسکتا کہ انسان اس سے قبل کہ وہ انسانیت کے درجہ پر پہنچے اس خصوصیت کے اساسی جذبہ سے واقف ہوچکا تھا۔ محاکات سے لطف اندوز ہونا اُن تمام جانوروں کی فطرت میں داخل ہے جو ابھی جادۂ ارتقا میں انسانیت سے قرنوں دور ہیں اور فردیت کی منزل میں پہنچ چکے ہیں۔ اس منزل میں محاکات محض باعثِ تفریح نہیں ہے بلکہ علم کی ابتدا بھی ہے، لیکن انسانیت کے دور میں محاکات عہدِ طفلی میں اساس علم ہے اور سنِ بلوغ، یا صحیح یہ ہوگا کہ سنِ شعور میں محاکات باعثِ تفریح ہے، محاکات فی الحقیقت دو قسم کی ہوتی ہے، شعوری اور غیر شعوری، غیر شعوری جذبۂ محاکات کا نتیجہ صحبت کے اثر اور ماحول کی حکمرانی کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے، اگرچہ بظاہر تمثیل اس غیر شعوری پہلو سے کوئی خاص تعلق نہیں رکھتی، لیکن اچھے تمثیل نگار اس کا بہت خیال رکھتے ہیں، بلکہ یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ صحیح تمثیل کی پیدائش اس غیر شعوری جذبہ کے وجود کا اعتراف اور اس سے صحیح فائدہ اٹھانے کی کوشش ہے۔ مبحث کا یہ پہلو اس قدر اہم ہے کہ اس مقالہ کا بیشتر حصہ لابد اس سے متعلق ہوگا، لہذا بہتر یہ ہے کہ محاکات کی دلچسپی اور اس کی شعوری دلچسپیوں سے پہلے بحث کی جائے۔

مجرد محاکات کی دلچسپی اپنی ابتدائی اور غیر مرتب صورت میں صرف ان دماغوں کو زیادہ متوجہ

کرتی ہے جو ارتقا کی ابتدائی سیڑھیوں پر ہوں اور اس سے زیادہ محظوظ ہونے والے زیادہ تر جانور، وحشی اور بچے ہوتے ہیں۔ تربیت یافتہ دماغ بھی ماقبل تمدن کی خصوصیات سے خالی نہیں ہوتے، اس لئے یہ بھی ان غیر مرتب صورتوں سے کبھی کبھی لطف اندوز ہوتے ہیں لیکن نہ ان کا تاثر اس قدر عمیق ہوتا ہے اور نہ اس تاثر میں تواتر پایا جاتا ہے، اس کا سبب یہ ہے کہ ایک ترقی یافتہ دماغ کو محاکات محض طفلانہ یا عامیانہ حرکت سے زیادہ نہیں معلوم ہوتی، وہ اپنے ذوق کی ترقی کے ساتھ نفاست کا طالب ہوتا ہے، اسے محاکات کی سطحی صورتیں پھیکی اور بے مزہ معلوم ہوتی ہیں، محاکات کی غالباً سب سے نفیس صورت یہ ہے کہ ایک تربیت یافتہ دماغ اس میں اپنے جذبات ومحسوسات کا آئینہ دیکھے، یہی وہ محاکات ہے جسے شعر کی جان کہا جاتا ہے اور یہی وہ محاکات ہے جو نہ صرف تمثیل کا سنگِ بنیاد ہے بلکہ تمام فنونِ لطیفہ کا اصل اصول ہے، شعر، خطابت نقاشی، بت تراشی، موسیقی، تمثیل، کوئی اس سے خالی نہیں، اور اس کے بغیر ان میں سے کوئی جاذب توجہ نہیں، تمثیل میں یہ محاکات کئی طرح ظاہر ہوتی ہے، سب میں نمایاں پہلو کردار نگاری ہے لیکن ایک ہوشیار تمثیل نگار ایک ایک فقرہ کو انسانی فطرت کا ترجمان بناتا ہے، تمثیل میں اس سے ادنیٰ قسم کی محاکات کا بھی خیال رکھنا پڑتا ہے اور تمثیل نگار اس کی طرف سے غافل نہیں ہوسکتا، مثلاً تمثیل ایک افسانہ ہے جسے زندہ کرکے دکھایا جاتا ہے لیکن وہ کبھی ان پہلوؤں پر اکتفا نہیں کرسکتا یعنی محض ایک افسانہ کو تمثیل کے نہج پر پیش کرنا تمثیل نگاری کا کمال نہیں ہے، وہ دماغ جو ایک اچھا افسانہ سوچ سکتے ہیں (اور افسانہ سے میری مراد وہ افسانہ نگاری نہیں ہے جس میں قصہ کی خوبی کے علاوہ اور عناصر بھی شامل ہوتے ہیں اور جو محض کہانی اور ایک اعلیٰ افسانہ میں تفریق کی اساس ہیں) یہ ضروری نہیں ہے کہ اچھے تمثیل نگار بھی ہوں، اچھا افسانہ ایک دلچسپ واقعہ کے معنی میں تمثیل کی دلچسپی کو بڑھا دیتا ہے اور یہ خطرہ اس قدر زیادہ ہے کہ واقعہ کی دلچسپی بسا اوقات اور کوتاہیوں اور خامیوں پر پردہ ڈال دیتی ہے۔ اس لئے جن دماغوں میں تنقید کی قابلیت موجود ہوتی ہے وہ تمثیل کی عمدگی کا معیار صرف یہ قرار نہیں دیتے کہ اس میں ایک دلچسپ واقعہ کو پیش

کیا گیا ہے، البتہ چونکہ تمثیل کے مقاصد میں حظ کا عنصر نہ صرف شامل ہے بلکہ پیش پیش ہے اس لئے تمثیل نگار تمثیل کے افسانہ کو دلچسپ سے دلچسپ بنانے میں کوشاں ہوتا ہے، مگر یہ بارہا دیکھنے میں آیا ہے کہ تمثیل کی کامیابی کے لئے یہ ضروری نہیں ہے کہ اس کا اساسی واقعہ پیچیدہ یا دقیق ہو، اس کا انجام ممکن ہے کہ پہلے سے معلوم ہو یا اس قدر بدیہہ ہو کہ ناظرین کو صاف نظر آتا ہو، یہ بھی ممکن ہے کہ اس واقعہ میں کوئی ندرت نہ ہو، بایں ہمہ نہ تمثیل کی بلندی میں فرق آتا ہے نہ اس کی دلچسپی میں کمی ہوتی ہے۔ اس کا سبب یہ ہے، کہ اس میں وہ بلند محاکات جو جذبات و محسوسات کی رونمائی کرتی ہے اعلیٰ درجہ کی ہوتی ہے۔ اس کے مقابلہ میں اگر یہ عنصر کم ہو اور تمثیل محض ایک دلچسپ واقعہ کی نقل ہو تو تربیت یافتہ دماغ کو، اپنی سطحی دلچسپی کے باوجود وہ خشک اور بے مزہ نظر آئے گی۔

محاکات کی خوبی میں یہ امر بھی شامل ہے کہ کوئی امر اس کے زور کو کم نہ کرے۔ نقاد یہ اچھی طرح سمجھتے ہیں کہ تمثیل کی بنیاد محاکات کی تکمیل پر قائم ہے، وہ ہر امر جو دماغ میں یہ خیال پیدا کرتا ہے کہ واقعہ اس طرح پیش نہیں آسکتا تھا، محاکات میں تنقیص کا باعث ہے۔ یہی سبب ہے کہ انسانی دماغ ترقی کرتے کرتے اس درجہ پر پہنچ گیا ہے کہ اسے ہر وہ عنصر جو تمثیل کو زندگی کی آئینہ داری سے علیحدہ کرتا ہے ناگوار گذرتا ہے خواہ وہ بذاتِ خود کتنا ہی خوشگوار یا دلچسپ نہ ہو، واقعہ یہ ہے کہ محاکات کا تقاضا یہ ہے کہ تمثیل کی مسلمہ وحدانیات کو برقرار رکھا جائے، یہ وحدانیات عرصہ کے تجربہ اور تمثیل کی خوبیوں کے تجزیہ کے بعد قائم ہوئی تھیں اور اگر ان کو نظر انداز کیا جائے تو اس خوبی سے کہ ناظرین کا ذہن اس طرف متوجہ نہ ہو سکے مگر محض رسمی وحدانیات کا قیام تمثیل کی خوبی کا ضامن نہیں ہو سکتا، بلکہ اس میں ایک اور وحدانیت کا شامل کرنا ضروری ہے جسے فنی وحدانیت کے نام سے موسوم کرنا مناسب ہوگا، جمالیات میں اس وحدانیت کو بڑا رتبہ حاصل ہے اس کے باوجود اس کی تعریف آسان نہیں ہے، صرف اس قدر کہا جا سکتا ہے کہ اس کا تقاضا یہ ہے کہ کوئی ایسا عنصر شامل نہ ہونے پائے جو کسی طرح بھی بے آہنگی

پیدا کرتا ہو، اسی وجہ سے کہ یہ وحدانیت قائم رہے حسنِ ذوق یہ گوارا نہیں کرتا کہ تمثیل کے تسلسل میں کوئی اور فن حارج ہو، چہ جائیکہ تمثیل کے نقائص کو چھپانے یا اس کی نام نہاد دلچسپی کو بڑھانے کے لئے سہارے تلاش کئے جائیں۔

یہ چند پہلو تمثیل کے وہ ہیں جو محاکات کے ذوقی یا حظی پہلو سے تعلق رکھتے ہیں، ان پر تمثیل کی تعمیر کا انحصار ہے، یہ گویا طریقۂ تحریر کو استوار اور مستقیم بناتے ہیں اور تمثیل نگار کے ہاتھ میں اوزار کا حکم رکھتے ہیں مگر ان سے تمثیل کے مقاصد اور منہاج پر زیادہ روشنی نہیں پڑتی اس لئے کہ یہ تمثیل کے احاطے سے باہر نکل کر تمثیل اور زندگی میں صحیح رابطہ پیدا نہیں کرسکتے۔ اس مقصد کے لئے ہمیں محاکات کے غیر شعوری پہلو کی طرف متوجہ ہونا پڑے گا اس لئے کہ اس کی قوت و تاثر کے ادراک پر ہی تمثیل کا نصب العین مقرر ہو سکتا ہے غیر شعوری جذبۂ محاکات فطرت نے انسانی طبائع کی منافرتوں کو کم کرنے اور مٹانے کے لئے پیدا کیا ہے، یہ گویا انسان اور اس کے اجتماعی ماحول، فرد اور جماعت میں یگانگت پیدا کرنے کا ضامن ہے، اس کے بغیر نہ صغر سنی میں تعلیم ممکن تھی، نہ کبر سنی میں اجتماعی زندگی۔ اس جذبہ کو تقویت پہنچانے کے لئے اس سے زیادہ موثر طریقہ نہیں ہو سکتا تھا کہ زندگی کے نہایت پُر اثر حوادث سے کر پیش کئے جائیں اور انھیں ترتیب اور تخئیل سے اور بھی موثر بنا دیا جائے، چونکہ انسان شعوری، اور اس سے زیادہ غیر شعوری طور پر ان افراد کی نقل کرتا ہے جن سے اُسے ہمدردی ہو، یا جن کی فوقیت کا وہ قائل ہو، اس لئے تمثیل اس کے اخلاق و عقائد پر بہت زیادہ اثر ڈالتی ہے۔

یہی سبب ہے کہ تمثیل کی ابتدا معابد میں ہوئی، اسے عبادت کا جزو سمجھا جاتا تھا، اس میں مذہبی تقدس کے افراد یا دیوتاؤں کی زندگی کا چربہ ہوتا تھا اور اب تک بعض مذاہب نہ صرف خاص مواقع پر تمثیل کے ذریعہ سے اخلاق کی درستی کی کوشش کرتے ہیں بلکہ اپنے طریقۂ عبادت میں تمثیل کے بعض اجزا کو شامل کر چکے ہیں مذہب سے قطع نظر، اخلاق کی تربیت میں تمثیل کو بہت سے متمدن ممالک میں بہت دخل حاصل ہے

اور تمثیل نگار کا درجہ کسی طرح شاعر کے منصب سے کم نہیں ہے مگر جمالیات کے پرستار معترض ہوتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جمالیات کا مقصد محض جمال کے ذریعہ سے حظ پہنچانا ہے، وعظ و تدریس سے جمالیات کا کوئی تعلق نہیں ایک محدود دائرہ کے اندر یہ درست بھی ہے، اس لئے کہ اگر تمثیل کے جمالی پہلو پر وعظ کا رنگ غالب آگیا تو اس سے فنی وحدانیت پر بہت برا اثر پڑتا ہے اور اصل میں یہی دقت ہے جو خلط مبحث پیدا کرتی ہے اور جس کی افراط کا ردِ عمل فطری طور پر تفریط ہے جو اپنی تہی دستی کو چھپانے کے لئے مختلف دلاویز ناموں کے ساتھ پیش کی جاتی ہے۔ فی زمانا چونکہ اس ردعمل کا بہت زور ہے اور اُسے ایک اصول اور عقیدہ کے طور پر پیش کیا جاتا ہے اور اس کے جواز کے لئے نفسانیات کے فتوے تلاش ہوتے ہیں، لہذا ضروری ہے کہ اس رجحان کی صحیح تنقید کی طرف توجہ کی جائے۔

میں نے اس مقالہ کی ابتدا میں عرض کیا تھا کہ مجرد محاکات کی دلچسپی محض غیر تربیت یافتہ دماغوں کے لئے باعث کشش ہوتی ہے۔ تربیت یافتہ دماغ ہمیشہ اپنے تمام افعال میں ایک مقصد پیدا کرنا چاہتا ہے کم ازکم اس سے تو انکار نہیں ہوسکتا کہ اس کے نظریۂ جمالیات میں ضد جمالیات کو دخل نہیں ہوسکتا، وہ دماغ جو خبث و جمال کی تفریق مٹانی چاہتے ہیں محض جدت طرازی کے غیر معتدل جذبہ کے پرستار ہیں یا پھر ان کی تنگ ظرفی جمال کی فراوانی سے تنگ آگئی ہے، بسا اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ دنائت غالب ہو اور شرف سے نفرت پیدا کردے، لیکن یہ صورتیں فطرتِ انسانی کا کلیہ نہیں بلکہ مستثنیات ہیں۔ اگر فن کی بنیاد جمال پر قائم ہونی چاہئے تو یہ جمال محدود نہیں ہونا چاہئے بلکہ اس کی سرحد محض خط و تفنن سے بڑھ کر مقصد اور منہاج تک پہنچنی چاہئے۔ جمال ناقص ہے اگر اس کا اثر بھی جمیل نہ ہو، اور اگر تمثیل جمالیات کا ایک جزو ہے تو تمثیل نگار اس کلیہ سے ناواقف ہوکر کامیاب نہیں ہوسکتا۔ اور محض فنی اعتبار سے مقصد و منہاج کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا بلکہ اس کو پیش نظر رکھنا ضروری ہوتا ہے۔ جس طرح محاکات کا یہ کمال سمجھا جاتا ہے کہ وہ جذبات و محسوسات کی آئینہ داری کرے اسی طرح اس کا یہ معیار بھی مقرر کرنا پڑے گا

کہ یہ فرد و جماعت دونوں میں ابتذال پیدا نہ کرے بلکہ انھیں شرف کی طرف مائل کرے یہ درست ہے کہ محض تفنن بھی، اگر وہ لطیف ہو قابلِ قدر ہے لیکن اگر اُس میں کوئی مقصد پیدا کر دیا جائے جو اس کی فنی یگانگت پر غالب نہ آجائے تو وہ اور بھی زیادہ قابلِ قدر ہے، یہی سبب ہے کہ اچھے تمثیل نگار محض کسی واقعہ کو تمثیل نہیں کرتے بلکہ کسی خیال کو تمثیل کے پیرایہ میں پیش کرتے ہیں اور یہ خیال بیشتر اصلاحی اور مفید ہوتا ہے، اس طرح ایک اچھا تمثیل نگار تمثیل کی خفیہ قوتوں کو سمجھ کر اور محاکات کو اساس تعلیم جان کر پوری ذمہ داری کے ساتھ اپنے فرض کو انجام دیتا ہے اس لئے کہ تمثیل نگار اجتماعی زندگی کی ذمہ داریوں سے علیحدہ نہیں ہو سکتا۔ وہ زندگی کا مطالعہ کرتا ہے اس کا خاکہ کھینچ کر پیش کرتا ہے اس کا مذاق اُڑاتا ہے، اسکی ناہمواریوں، صعوبتوں، حماقتوں پر کبھی ہنستا ہے کبھی روتا ہے، لیکن ہے وہ بھی اسی زندگی کا ایک جزو، اس اجتماعی رجحانات کے دریا پر ایک تنکا، اور اس لئے اگر وہ اپنی بینائی اور قوت کے باوجود تعمیر کی بجائے تخریب کی طرف متوجہ ہو تو اس سے زیادہ اندھا، احمق اور بنی نوع انسان کا دشمن کون ہو سکتا ہے؟ اخلاق کی گرفت سے کوئی فن نہیں نکل سکتا اور اس لئے یہ کہنا کہ اخلاق و جمالیات میں کوئی تعلق نہیں اپنے نفس اور دنیا کو فریب میں مبتلا کرنا ہے۔

کلامِ عربی

کم فرصت شائقین عربی کے لئے یہ ایک بینظیر کتاب ہے۔ جو جدید تعلیمی اصول پر لکھی گئی ہے اس میں صرف و نحو کے ضروری قواعد، ضروریات زندگی سے متعلق جملے اور مکالمے۔ قرآن شریف و حدیث شریف کے اقتباسات، مفید اشعار و اقوال، دلچسپ لطائف و حکایات جدید طرز کے خطوط اور رقعات اور تازہ ترین عربی اخبارات اور رسائل کے انتخابات بہترین ترتیب کے ساتھ اسباق کی صورت میں جمع کر دیئے گئے ہیں۔ تمام کتاب با اعراب و با ترجمہ ہے کتاب کے ساتھ ڈیڑھ ہزار ضروری الفاظ کی ایک اُردو سے عربی ڈکشنری اور ۱۳۰۵ جدید عربی الفاظ کی دوسری عربی سے اُردو ڈکشنری بھی شامل ہے۔ عام شائقین عربی کے علاوہ مدارس عربی کے طلبا بھی جدید عربی سے واقفیت، ترجمہ، گفتگو کی مشق کے لئے اس کتاب سے بہت کچھ فائدہ حاصل کر سکتے ہیں

مشاہیر علمائے ہند

حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی، حضرت علامہ حسین احمد مدنی، حضرت مولانا حفظ الرحمن سیوہاروی، حضرت مولانا محمد طیب دیوبندی وغیرہم نے کتاب کے متعلق بہترین آرا کا اظہار فرمایا ہے۔

کتابت و طباعت عمدہ، تقطیع متوسط، حصہ اول ۲۰۴ صفحات قیمت (عہ)

حصہ دوم ۱۱۲ صفحات۔ قیمت دس آنے (۱۰/)

مکتبہ برہان دہلی قرول باغ